بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اہل بیت کی شام سے رہائی اور کربلا میں چہلم کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضراتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پہ درود و سلام

حسینؑ بے کس و بے پر کا آج چہلم ہے  تمام فاطمہؑ کے گھر کا آج چہلم ہے
سپاہِ سبطِ پیمبرؐ کا آج چہلم ہے  علیؑ کے گھر میں بہتر کا آج چہلم ہے

میرے بھائیو۔۔کبھی بھی بی بی زینبؑ علیا کو شام کی قیدی نہ کہا کرو۔ بلکہ وہ تو شام کی فاتح ہیں۔دیکھو نا جو قیدی ہوتا ہے تو جب اُسے قید سے رہائی ملتی ہے تو اُس کی سب سے پہلی خواہش ہوتی ہے کہ جلد از جلد اپنے گھر یا اپنے وطن کو بھاگ جائے کہ کہیں حکومت اور اربابِ حکومت کا ارادہ بدل نہ جائے۔۔لیکن اس کے برعکس جو فاتح ہوتا ہے وہ اپنی فتح کے بعد اپنے مفتوحہ علاقے میں آرام سے ٹھہرتا ہے۔ایک جشن مناتا ہے اور جب تک اس کا جی چاہتا ہے بڑے آرام سے اپنے مفتوحہ علاقے میں رہتا ہے۔

اب آیئے فاتح شام بی بی زینبؑ کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ جب یزید نے سید سجادؑ کو بلا کر رہائی کا اعلان کیا اور کہا کہ آپ جہاں چاہیں جائیں یا دمشق میں ہی رہیں یا مدینے چلے جائیں۔آپ اپنے فیصلے میں مختار ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔۔ ۱۰ محرم کے بعد سے اس لٹے ہوئے قافلے کی سردار میری پھوپھی زینبؑ ہیں۔۔جو بھی وہ کہیں گی میں اُن سے پوچھ کر بتاؤں گا۔امام قید خانے میں واپس آئے اور اپنی پھوپھی سے بتایا تو وہ بولیں۔بیٹا سید سجادؑ۔ہمارے رونے پہ پابندی تھی ۔ہم آج تک شہیدوں کا ماتم نہ کر سکے۔ہم اُن کو دل بھر کر رو نہ سکے۔لہذا یزید سے کہو کہ ہمارے لئے ایک گھر کا بندوبست کرے۔ہماری چادریں اور لوٹا ہوا سامان واپس کردے ۔پہلے ہم بھائی حسینؑ کی مجلس کریں گے ۔حسینؑ کا ماتم کریں گے اور پھر اپنے نانا رسول اللہؐ کے شہر مدینہ واپس جائیں گے۔۔

بس میرے بھائیو۔۔بتاؤ کیا یہ قیدیوں کے تیور ہوتے ہیں کہ وہ حاکم کو بادشاہ کو حکم دے کہ ہمارے لئے عزا خانے کا بندوبست کیا جائے۔ادھر فاتح شام بی بی کا حکم تھا ادھر جنگ کربلا کا شکست خوردہ بادشاہ یزید مجبور تھا اسے علیؑ کی بیٹی کا حکم ماننا پڑا اور ایک گھر کا بندوبست کیا گیا۔سب سے پہلے حسینؑ کے دشمن کے گھر میں حسینؑ کا ماتم ہوا۔ اس میں بہت سی شامی عورتیں بھی شامل ہوئیں۔۔

ذاکرین پڑھتے ہیں ایک تخت پر امام زین العابدینؑ کو بٹھایا گیا اور ہر بی بی نے ان کو ان کے شہید بابا اور جملہ شہدائے کربلا کا پرسہ دیا۔۔اس قدر آہ و بکا ہوئی کہ قیامت صغریٰ کا منظر تھا۔ ہم آپ تو صرف ۱۴۰۰ سال بعد صرف حسینؑ کے غم کو سوچ کے روتے ہیں ۔ہم سب کی کیا حیثیت ہے ۔ہم کیا روئیں گے ۔۔ارے وہ حسینؑ کو روئے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے واقعات کربلا دیکھے تھے۔حسینؑ بیکس کو ۱۹۵۰ زخم کھائے ہوئے دیکھا تھا۔اکبرؑ کے کلیجے پر برچھی لگتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔عباسؑ کو شانے کٹائے ہوئے نہر کے کنارے گرتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔قاسمؑ ابن حسنؑ کی لاش کے ٹکڑوں کی گٹھڑی اٹھائے ہوئے مولا حسینؑ کو دیکھا تھا۔۔۔ معصوم علی اصغرؑ کو دو دفعہ ذبح ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ایک دفعہ تین پہلو کے تیر سے اور ایک دفعہ چھ ماہ کے معصوم کا خنجر سے گلا کٹتے دیکھا تھا۔

اللہ آپ کو کوئی غم نہ دے۔۔سوائے غمِ حسینؑ کے۔۔اس معصوم کا وقعہ بھی سنتے جائیے ۔جب عصر عاشور آئی نا۔۔ اور حسینؑ شہید ہو چکے تو اشقیا نے حسینؑ کی سپاہ کے سر جمع کئے اور ان کو نوکِ نیزے پر بلند کیا۔جن سروں کو یزید جھکانا چاہتا تھا ان سروں کو نوک نیزے پر اور بلند کر کے چلے۔مرنے والوں کے مرنے کے بعد بھی سر نہ جھکے ۔۔۔عمر سعد کو معلوم ہوا کہ ایک سر کم ہے۔اس نے کہا میں کچھ نہیں جانتا مجھے بہتر واں سر لا کے دو۔۔۔کسی نے کہا۔۔۔اسے لے کر کیا کرے گا؟۔بس یہی تو کربلا کا واحد معصوم شہید تھا جس کی لاش کو حسینؑ نے دفن کر کے اس کے اوپر مٹی برابر کر دی تھی۔عمر سعد نے نیزہ برداروں کو حکم دیا کہ اپنے نیزوں سے کربلا کی زمین کو چھلنی کر دو اور مجھے علیؑ اصغر کا سر چاہیے۔۔اور پھر ایک شقی کے نیزے کی انی میں وہ سر زمین سے برآمد ہوا۔اور پورا ننھا سا جسم نوکِ نیزہ پر بلند ہوا۔شقی نے اس میت کو نوک نیزہ سیا تارا گیا الگ کیا۔اور زمین پر لٹا کر خنجر سے اس معصوم کا سر کاٹ لیا۔غرضیکہ بیبیاں ہر ہر مصیبت کو یاد کر کے روتی رہیں اور یزید کے گھر میں حسینؑ کا ماتم ہو رہا تھا

سچ کہا ہے ہمارے ساتویں امام موسیٰ الکاظمؑ نے کہ واقعہ کربلا کے مظالم کو نہ کوئی پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے اور نہ سوچنے والا سوچ سکتا ہے۔یہ تو وہی جانتے تھے جن پر یہ مصیبتیں گزر گئیں۔۔۔ سکینہؑ بی بی ہم تیرے عزادار حاضر ہیں۔تم نے بابا کو یاد کر کر کے قید میں جان دے دی۔تم تو پوچھا کرتی تھیں نا۔۔ پرندوں کو شام کو اڑتے ہوئے دیکھ کر۔۔کہ بھیا سجادؑ۔۔کیا ہم بھی کبھی اپنے گھر جائیں گے ۔ہمارا بھی کوئی گھر ہے؟

بی بی تم روتی تھیں تو شمر تمہیں طمانچے مارتا تھا۔۔تازیانے مارتا تھا۔بی بی دپنے بابا کا پرسہ لے لو۔اب آج کوئی نہیں مارے گا۔آج تو تمہاری پھوپھی زینبؑ پرسہ دے رہی ہیں۔مختصراً میں آپ کو ایک واقعہ یاد کرا دوں کہ ایک بڑے عالم دین سید رضیؒ نے خواب مین دیکھا کہ بی بی سکینہ کہتی ہیں کہ میری قبر کے پاس پانی آ رہا ہے میری جگہ کو تبدیل کیجئے۔انہوں نے اپنی زوجہ اور چند سادات کو لے کر قبر کھدوائی بہت ہی پردے کے احترام سے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ بازار کوفہ و شام میں بی بی سکینہ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ کو ڈھانکا ہوتھا۔لہذا ان کی زوجہ نے لاش سکینہ کو قبر سے نکالا اور گود میں اٹھایا دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے۔تو وہ کہتی ہیں کہ بچی کے چہرے پر اب بھی نیل پڑے تھے۔کانوں سے خون بہہ رہا تھا اور سکینہؑ کا کرتا خون کی وجہ سے جسم سے چپکا ہوا تھا۔۔

سکینہؑ کو قید میں غسالہ نے انہی خون بھرے کپڑے میں نہلایا تھا اور پھر اسی حالت میں دفن کر دیا گیا تھا۔ادھر یزید روز خواب دیکھتا تھا کہ بتا میرے بچوں نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔وہ ڈر ڈر کر خواب سے اٹھ جایا کرتا تھا۔ادھر سکینہؑ کی شہادت۔اُدھر ہم نے علماء اور ذاکرین کی مجالس میں سنا ہے کہ ایک دن ایک شکاری ایک ہرنی کو شکار کر کے اس کے گلے میں رسی ڈال کر یزید کے دربار کی طرف لے جا رہا تھا کہ وہ ہرنی زور لگا کر قید خانے کے دروازے پر پہنچ گئی اور امام کے قدموں کے پاس زمین پر سر ملنے لگی۔امام سجادؑ نے شکاری سے کہا کہ اس کو چھوڑ دے۔شکاری کسی صورت تیار نہ ہوتا تھا۔آخر مولاؑ نے بتایا کہ میں امام وقت ہوں۔تمہارے رسولؐ کا نواسے کا بیٹا ہوں۔یہ مجھ سے اپنی زبان میں درخواست کر رہی ہے کہ میرے چھوٹے بچے بے غذا ہیں۔اگر مجھے چھوڑ دیا جائے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں دودھ پلا کر اپنے بچوں سے رخصت ہو کر یہیں آ جاؤں گی۔ اب جب امام نے اس بات کی ضمانت لے لی تو وہ شکاری وہیں قید

خانے کے دروازے پر بیٹھ گیا اور ہرنی کو آزاد کر کے انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہرنی خود سے آ گئی ۔جب شکاری نے یہ ماجرا دیکھا تو امام کے قدموں پر گر گیا۔تب جا کر اس شکاری نے اہل شام کو خبر دی کہ اے مسلمانوں۔تمہارے رسولؐ کا کنبہ تو قید خانے میں ہے اور اب تو اُن کے بچے بھی قید میں مرنے لگے ہیں۔اس طرح شامیوں نے یزید کے محل کو گھیر لیا۔اور یہ وجہ بھی اہل بیت کی رہائی کی بتائی جاتی ہے۔

یزید نے رہائی کا حکم دے کر خوں بہا بھی دینے کو کہا تو بی بی زینبؑ نے فرمایا کہ خوں بہا لینے کا ہم کو اختیار نہیں۔بس ہماری چادریں واپس کر دے۔

جب چھٹ کے قیدِ شام سے سجادؑ گھر چلے　　رستے میں کربلا نے صدا دی کدھر چلے
دشتِ بلا میں چھوڑ کے لاشِ پدر چلے　　عابدؑ نہ چاہتے تھے کہ جائیں مگر چلے
پیہم دعا تھی طاقتِ ضبطِ فغاں رہے
صغرؑا ضرور پوچھے گی بابا کہاں رہے

تقریباً ایک سال چالیس دن بعد جب اہل حرم رہا ہوئے تو بی بی نے اپنے گائیڈ بشیر ابن یزلم سے کہا کہ ہم کو کربلا کے راستے سے مدینہ لے چلو۔چنانچہ یہ ۲۰صفر تھی جسے شہدائے کربلا کے چہلم کا دن کہتے ہیں کہ اسیر رہا ہو کر کربلا پہنچے۔بعض مقاتل میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک دفعہ پہلے چہلم پر بھی کوفہ سے شام جاتے ہوئے کربلا آئے تھے۔۔واللہ اعلم بالصواب۔۔آج امام کا چہلم کا دن تھا۔اتنے مصائب برداشت کر کے امام سجادؑ آئے تھے کہ ۲۴ سال کی عمر میں ۸۰سال کے بوڑھے لگنے لگے تھے۔

جب قافلہ شام سے کربلا پہنچا اس دن رسولؐ کے صحابی جابرؓ بن عبداللہ انصاری کچھ اہلبیت کے خاندان والوں کے ساتھ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔جابرؓ نے فرات میں غسل کیا خوشبو لگائی اور قبر کی طرف متوجہ ہوئے۔اللہ کی حمد اور درود سلام پڑھتے ہوئے قبر پر پہنچے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر بے حد گریہ کیا۔اور بے ہوش ہو گئے۔۔جب ہوش آیا تو تین مرتبہ کہا۔یا حسینؑ۔ اور پھر کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دوست دوست کو جواب نہ دے۔ارے کیسے جواب دے آپ کی گردن کی رگوں کو تو پشت سے کاٹا گیا ہے۔ہم آپ کے غم اور ثواب میں شریک ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خاتم النبیینؐ کے فرزند ہیں۔آپ سید الاولیاء کے فرزند ہیں آپ خامس آلِ کساء ہیں۔۔آپ جنابِ فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں۔۔ آپ نے سید المرسلینؐ کے ہاتھ سے غذا پائی ہے۔۔آپ کی متقین کی گود میں تربیت ہوئی۔آپ کو ایمان کی چھاتی سے دودھ پلایا گیا۔پھر اطراف کی طرف نگاہ کی۔تو دیکھا ایک کالی گھٹا سی اٹھ رہی ہے۔۔شاید کوئی قافلہ آ رہا ہے۔

جابرؓ نے اپنے غلام سے کہا۔۔کہ دیکھو اگر یہ ابن زیاد کے لوگ ہوں تو ان سے پناہ لینا اور اگر یہ سید سجادؑ کا قافلہ ہو تو میں تم کو خدا کی راہ میں آزاد کر دوں گا۔تھوڑی دیر بعد غلام اپنے منہ پہ طمانچے مارتا ہوا آیا اور کہا۔اے جابرؓ۔اٹھو۔رسولؐ کی اولاد آ رہی ہے۔نعمان بن بشیر کی سربراہی میں ۳۰ محافظوں کے ہمراہ باپردہ محملوں میں آلِ رسولؐ آ رہی ہے۔جابرؓ اٹھے اور خدمت امامؑ میں پہنچ کر قدم

مبارک کو بوسہ دیا۔اور کہتے جاتے تھے۔۔۔میرے سردار۔۔اللہ تیرے بابا کی مصیبت پر صبر عطا کرے۔۔ امام نے فرمایا تم جابرؓ ہو۔ کہا۔۔ہاں۔۔ تو امام نے کربلا کی زمین کے اہم مقامات کی نشاندہی کی۔یہاں میرا بابا حسینؑ شہید ہوا تھا۔یہاں علی اکبرؑ کے کلیجے پر برچھی لگی تھی۔یہاں اصغرؑ کے گلے پر تیر لگا تھا۔یہاں ہمارا مہمان حرؑ شہید ہوا تھا وغیرہ وغیرہ

اس کے بعد بی بی زینبؑ نے دوسری بار اپنے آپ کو کھڑے ہوئے اونٹ سے گرادیا۔ لیکن آج زینبؑ کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں تھے ۔اور پھر لوگوں کو ہٹایا گیا اور علیؑ کی بیٹیاں زینبؑ وام کلثومؑ امامِ حسینؑ کی قبر سے لپٹ گئیں اور واحسینا کواحسینا کی صدائیں بلند ہوئیں۔آپ سوچیں کہ کربلا کا میدان ہو اور آل محمدؐ کی مستورات ہوں کس زور سے ماتم ہوا ہوگا۔

پھر بی بی زینبؑ نے سید سجادؑ کا ہاتھ پکڑا اور بھائی حسینؑ کی قبر پر فریاد کی۔بھیا میں تیری امانت سکینہؑ کو تو نہ لاسکی اس کو زندان شام میں اکیلی چھوڑ آئی ہوں۔۔مگر تیرے بیٹے سید سجادؑ کو بچا کر لے آئی ہوں۔تیری نسل امامت کو بچا کر لائی ہوں

میر انیس کے چند مصرع سُن لیجئے

زینبؑ نے کیا بین یہ مرقد پہ پہنچ کر اُٹھو میرے بھیا — ہم آئے ہیں بازاروں میں درباروں میں ہو کر اُٹھو میرے بھیا

کیا لوگے نہیں لائی ہوں تحفے جو سفر سے،دل اور جگر سے — گم ہوگئی زنداں میں امانت تیری دختر اُٹھو میرے بھیا

کچھ پوچھ تو لو حال سفر کیا ہوئی بیداد۔بتلائے گا سجادؑ

بیٹھا ہے جھکائے ہوئے سر پاس ہی دلبر اُٹھو میرے بھیا

امام حسینؑ کی قبر سے فارغ ہو کر اہلبیت حضرت عباسؑ علمدار کی قبر پر پہنچے۔امام سید الساجدین نے قبر سے مخاطب ہو ان پر سلام پڑھ کر فرمایا۔اے میرے چچا عباسؑ۔۔اے عبدالصالح۔۔مطیع للہ و لرسولؐ۔۔ بغیر بازوں کے گھوڑے سے زمین پہ گرنا آسان ہے لیکن یہ بڑا مشکل تھا کہ آپ کی بہنوں کو ننگے سر کوفہ وشام کے بازاروں میں ساتھ لے کر چلنا۔اے چچا۔۱۱محرم کو ۸۴عورتوں کا قافلہ لے کے چلا تھا اور اب صرف ۱۲واپس لے کر آیا ہوں۔ان ۱۲عورتوں میں سے ذرا پہچانئے تو آپ کی بہن زینبِ خستہ جگر کون ہے۔اتنے مصائب جھیل کر آئی ہے کہ آپ پہچان نہ سکیں گے۔

کربلا کے بن میں تین دن تک غریبوں کا اربعین ہوا۔پھر امام نے مدینہ جنے کا حکم دیا تو بی بی زینب اور جناب اُم رباب قبر حسینؑ سے علیحدہ نہ ہو رہی تھی۔

زینب نے کہا ضد نہ کرو عابدؑ مضطر گھر جا کے کروں کیا — گھر والے تو سب سو گئے جنگل کو بسا کر گھر جا کے کروں کیا

بن بھائی کے گر سوئے وطن جائے گی زینبؑ،مر جائے گی زینبؑ

منہ اہلِ وطن کو بھلا دکھلائے گی کیوں کر گھر جا کے کروں کیا

-------------

اپنے بچوں کے لئے یہ چہلم کی مجلس مختلف علما کی مجالس سن کر بنائی۔۔۔طالب دعا۔سید نذر عباس۔۷۔۳۔۲۰۰۷م